حُسنِ سلوک

مولانا حبیب اللہ صاحب

"خدا کے بندو! اپنے خدا سے ڈرو اور اپنے بھائیوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کا رویہ اختیار کرو"۔ یہ پوری انسانیت کا دینی و اخلاقی اثاثہ ہے۔ اس سلسلے میں اسلامی تعلیمات ملاحظہ فرمائیں۔

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ
خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ
مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا
کَثِیْرًا وَّنِسَآءً ج وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ
تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ - اِنَّ اللّٰہَ
کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا ہ (النساء: ۱)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت پھیلا دیے اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو بے شک اللہ ہر وقت تمھیں دیکھ رہا ہے۔

ہم سب ایک رب کے بندے اور ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں۔ ہمارے مابین بہت گہرے اور مضبوط رشتے ہیں۔ ہم اپنے رشتوں کا ہمیشہ پاس و لحاظ رکھیں، انھیں قائم رکھیں، ٹوٹنے نہ دیں، ان کے حقوق ادا کرتے رہیں۔ اس تصور کے ساتھ کہ ہمارا رب ہر آن ہمیں دیکھ رہا ہے۔

تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ وَھُوَ
عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُہ نِ الَّذِیْ خَلَقَ
الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ
اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط وَھُوَ

بڑی برکت والا ہے وہ خدا جس کے قبضہ میں (کائنات کی) بادشاہت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمھارا جانچ ہو، تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے اور

الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۙ (الملک - ۱-۲)

وہی زبردست اور مغفرت فرمانے والا ہے۔

یہ اچھے کام جن میں ہماری جانچ ہے یہی تو ہیں کہ ہم اللہ اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی میں ایک دوسرے پر سبقت لے جائیں۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا
وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى
وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي
الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ
بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ
اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ
مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ
النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ
مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا

اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو
نہ ٹھیراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں
اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسایے اور
دور کے ہمسایے اور ساتھی اور راہ گیر اور اپنی
باندی غلام سے۔ بے شک اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی
اترانے والا، ڈینگ مارنے والا، جو خود بخل کریں
اور دوسروں سے بخل کرنے کو کہیں اور اللہ نے
جو انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپائیں اور
کافروں کے لیے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے

اللہ کا حق یہ ہے کہ ہم اس کی بندگی کریں اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہ بنائیں اور بندوں کا حق یہ ہے کہ ہم ان کے ساتھ احسان کریں، بھلائی کا رویہ اختیار کریں۔ اترانے والے اور ڈینگ مارنے والے اللہ کو پسند نہیں ہیں جو خود بھی بخل کرنے والے ہیں اور دوسروں کو بھی سکھاتے ہیں۔ اللہ کی دی ہوئی دولت کو چھپاتے ہیں۔ یہی کافر اور ان بھلائیوں کے انکاری ہیں۔ ان کے لیے اللہ نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے جس سے وہ ایک دن دوچار ہوں گے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَ
اسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ
وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ
تُفْلِحُوْنَ (الحج - ۷۷)

اے ایمان والو! رکوع اور سجدہ کرو اور اپنے
رب کی بندگی کرو اور بھلے کام کرو۔ امید ہے
کہ تم فلاح پاؤ گے۔

اسلام کی بنیادی تعلیم اور فلاح و کامرانی کی واحد راہ یہی ہے کہ اللہ کی بندگی کی جائے اور بندوں کے ساتھ حسن سلوک اور بھلائی کا برتاؤ کیا جائے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ	بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف کا حسنِ سلوک کا
الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى	اور رشتہ داروں کو دینے کا اور منع فرماتا ہے
وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ	بے حیائی اور بُری بات اور سرکشی سے، تمہیں نصیحت
الْمُنْكَرِ وَالْبَغْىِ يَعِظُكُمْ	فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔
لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (النحل-۹۰)	

بندوں کے ساتھ ہمارا معاملہ کیا ہو؟ عدل کا، احسان کا، ان کی خدمت کا اور بے حیائی، بُرائی اور سرکشی سے اجتناب کا۔ اللہ نے ہمیں ان باتوں کی تاکیدی نصیحت فرمائی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے خاص انداز میں تلقین فرمائی کہ جو لوگ نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی تو پابندی کرتے ہیں لیکن بندوں کے حقوق پامال کرتے ہیں اور ان کے ساتھ بُرائی سے پیش آتے ہیں وہ قیامت کے دن میری اُمت کے مفلس اور کنگال ہوں گے۔ ان کے ہاتھ نیکیوں سے خالی ہوں گے۔ سر سے پاؤں تک گناہوں میں ملوث ہوں گے۔ وہ سر کے بل جہنم کی دہکتی آگ میں جھونک دیے جائیں گے۔

یہ ہیں اسلام کی بنیادی ہدایات، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اے خدا کے بندو! تم اپنے خدا سے ڈرو اور بندگانِ خدا کے ساتھ نیکی اور بھلائی کا رویہ اختیار کرو، دنیا و آخرت میں فلاح و کامرانی سے ہم کنار ہو گے۔ آپ دنیا کے کسی بھی مذہب یا کسی بھی شریف انسان کے قلب و ضمیر کو جھانک کر دیکھیں تو آپ کو ہر جگہ یہی پاکیزہ تعلیم ملے گی بلکہ حد تو یہ ہے کہ بندوں کو انتہائی بے دردی کے ساتھ لوٹنے کھسوٹنے والے افراد اور گروہ بھی انہیں نیکیوں اور بھلائیوں کا نعرہ بلند کرتے ہیں۔ خوش آئند وعدوں کے سبز باغ دکھا کر قوموں اور گروہوں کو کلی تباہی و ہلاکت کی راہوں پہ لگاتے ہیں۔ آپ ایک طرف ان تعلیمات کو نگاہ میں رکھیں اور دوسری طرف بندوں کے عمومی حالات اور ان کے سنگین مسائل کو دیکھیں۔ فقر و فاقہ، گرانی و قحط سالی، غربت و افلاس اور عام پسماندگی، تشدد و لاقانونیت کی بڑھتی ہوئی لہر، مرض و جہالت، ظلم و ناانصافی، معاشی استحصال، اونچ نیچ، منافرت، عدم رواداری، طرح طرح کی اخلاقی کمزوریاں خصوصاً نئی نسل میں اخلاقی انارکی، نفس پرستی، اباحیت و خدا فراموشی اور آخرت سے غفلت وغیرہ۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر ان حالات میں ان بنیادی پاکیزہ تعلیمات کو خلوص کے ساتھ اپنانے والے کون لوگ ہوں گے؟ کہاں سے آئیں گے؟ کیا اسی طرح پوری انسانیت تباہ ہوتی رہے گی اور ہم تماشا دیکھتے رہیں گے؟ کیا اس صورت میں ہم اپنے آپ کو اس کلی تباہی سے بچا سکیں گے؟ نہیں، ہرگز نہیں، ہم سب تباہ ہوں گے اور ایسے تباہ ہوں گے کہ نہ تو ہمارے حال پہ کوئی ترس کھائے گا اور نہ کوئی آنکھ روئے گی۔ یہ انجام تو اس دنیا کا ہوگا۔ آخرت میں جب اللہ کے حضور پیشی ہوگی تو ہم وہاں مجرم ہوں گے، ہمارا دل مجرم ہوگا۔ جس طرح ہمیں اللہ کے بندوں پر رحم نہیں آیا ہے، اللہ بھی ہم پہ رحم نہ فرمائے گا۔ ہمارے حق میں دردناک عذاب کا فیصلہ ہوگا۔ ہم دہکتی آگ کے حوالے ہوں گے اور اس سے نکلنا نصیب نہ ہوگا۔

آیئے ہم اپنے فرض کو پہچانیں، اپنے آپ کو اور اپنے نونہالوں کو دنیا و آخرت کے بھیانک انجام سے بچانے کی فکر کریں۔ بھلائیوں کا نعرہ لگانے والے اور دنیوی فلاح و بہبود کے وعدوں کے سبز باغ دکھانے والے تو بہت ہیں، لیکن اپنے خدا سے ڈرنے والے، انسانیت کے حقیقی خیرخواہ انہیں دنیا و آخرت کی کامل فلاح و بہبود سے ہمکنار دیکھنے کی آرزو رکھنے والے، سچے دل سے ان کے دکھ درد میں ہاتھ بٹانے والے، ان کی خدمت اور بھلائی کے کاموں میں مل جل کر لگ لپٹ جانے والے، اس مشترک اور عالمی سچائی کا پیکر اور نمونہ بننے والے بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہیں۔ انسانیت اس وقت اس بات کی محتاج ہے کہ تمام خیر پسند بھائی اس فرض کی ادائیگی کے لیے کھڑے ہو جائیں اور مل جل کر اس ذمہ داری کو ادا کریں۔ درج ذیل کام ہماری اوّلین توجہ کے طالب ہیں۔

۱۔ سب سے پہلے غربت و افلاس اور عام پسماندگی کو لیجیے۔ باشندگانِ ملک کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے جو ان آفات و مصائب کو دُور کرنے کے کام سے کوئی عملی دلچسپی نہیں رکھتی۔ ان کے نزدیک یہ کام حکومت کا ہے اور یہ بات کسی حد تک ہے بھی درست۔ لیکن اس کے باوجود اس ضمن میں ہم پر بھی کچھ ذمہ داریاں عاید ہوتی ہیں۔

ہر معاملے میں حکومت ہی پہ بھروسہ کرنا تنہا ہمارے ہی ملک کی خصوصیت نہیں ہے۔ ایشیا اور افریقہ کے تمام نوآزاد اور ترقی پذیر ممالک کے باشندوں کا یہی حال ہے۔ چونکہ دورِ غلامی میں یہ ممالک استحصال کا شکار اور نہایت پسماندہ تھے۔ آزادی کے بعد ان کے وسائل و ذرائع بھی بڑھے اور

ترقی یافتہ ممالک سے امداد اور قرض لے کر اپنی پس ماندگی دُور کرنے کے انہیں مواقع میسر ملے، فلاحی ریاست کے تصور سے عوام کو حکومت سے بہت زیادہ توقعات ہوگئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان ممالک میں مغربی ملکوں کے مقابلہ میں رضاکار، رفاہی تنظیمیں بہت کم ہیں۔ سب کچھ حکومتوں ہی پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ کوئی حکومت خواہ کتنی ہی فرض شناس اور نیک نیت ہو، اس کے وسائل و ذرائع اور افرادی قوت بہت ہو پھر بھی وہ اپنے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اپنے عملہ اور پبلک کے بھرپور تعاون کی بہرحال محتاج ہوتی ہے۔ اگر باشندگانِ ملک ان مسائل میں دلچسپی نہ لیں اور رائے عامہ کا دباؤ نہ ہو تو نہ حکومت کی مشینری چوکس رہ سکتی ہے اور نہ فلاحی ریاست کے تقاضے پورے ہو سکتے ہیں، بلکہ عام لوگ تو محروم رہ جائیں گے اور چند خوش حال اور حکام رس لوگ ناجائز فائدہ اُٹھا کر اپنی خوش حالی میں مزید اضافہ کر لیں گے۔

یہ راز کس سے پوشیدہ ہے کہ کمیونٹی ڈویلپمنٹ، سوشل ویلفیئر اور پس ماندہ طبقات کو اُونچا اُٹھانے کے لیے قومی سرمایہ سے ہر پانچ سالہ منصوبے میں اربوں روپے رکھے جاتے ہیں۔ ملک و بیرونِ ملک کی متعدد رفاہی و فلاحی انجمنیں اس سلسلے میں طرح طرح سے امداد کرتی ہیں۔ لیکن یہ سارا کام سرکاری و نیم سرکاری مشینری ہی کے ذریعے انجام دیا جاتا ہے۔ مگر ہماری ان مسائل سے عدم دلچسپی کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کاموں میں کوئی برکت نظر نہیں آتی۔ غیر مستحق لوگ ناجائز فائدہ اُٹھا لیتے ہیں اور مستحق لوگ محروم رہ جاتے ہیں اور اپنے بہتر سرمایہ اور وسائل و ذرائع سے بھی غریبی، پس ماندگی دُور کرتے اور عوام خصوصاً دیہاتوں کی بڑی اکثریت کی مصیبتیں دُور کرنے میں وہ مدد نہیں ملتی جو ملنی چاہیے۔

دوسری مشکل یہ ہے کہ قومی مصیبتوں اور قحط و قلت کے مواقع پر بھی مدد، خدمت اور ہمدردی کا جذبہ اُبھرنے کے بجائے کچھ افراد اور گروہوں میں اس صورتِ حال سے ناجائز فائدہ اُٹھانے کی تحریک بڑھتی ہے۔ وہ اپنی حرکتوں سے اس مصیبت میں اور اضافہ کا موجب بنتے ہیں حالانکہ یہ مواقع اپنے ذاتی اور گروہی مفادات سے بلند ہو کر مصیبت زدہ بھائیوں کو راحت پہنچانے کے لیے کچھ کر گزرنے کا ہر فرد اور گروہ سے تقاضا کرتے ہیں۔

ہمیں مل جل کر ملک میں ایسی فضا پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ لوگ ایک دوسرے کے دکھ درد میں کام آئیں اور ناگہانی اور قومی مصیبتوں کا مل جل کر مقابلہ کریں۔

۲۔ دوسرا اہم کام ملک میں تشدد کی بڑھتی ہوئی لہر اور لاقانونیت کے روکنے کا ہے۔ اجتماعی زندگی میں لوگوں کو ایک دوسرے سے شکایات پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن اس کے معنی یہ تو نہیں کہ ہر شخص قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لے یا اپنا جائز و ناجائز فائدہ منوانے کے لیے تشدد پر اتر آئے۔ یہ نہایت خطرناک رجحان ہے۔ اس سے ظلم و تشدد اور توڑ پھوڑ، جانی و مالی نقصان کے علاوہ ملک کی تعمیر و ترقی کے کاموں کو شدید نقصان پہنچتا ہے۔ ہم کو مل جل کر اس فضا کو بدلنے اور باہمی خیرسگالی اور مفاہمت کے جذبات ابھارنے کی فکر کرنی چاہیے۔ ہر فرض شناس کو عدل و انصاف پر قائم رہنے کے لیے آمادہ کرنا چاہیے۔ ہر جگہ خیر پسندوں کا ایک گروہ تیار کرنا چاہیے جو تشدد اور لاقانونیت کی روک تھام کے سلسلے میں ہر وقت فکر کرسکے اور ان اسباب کے ازالے کی پیشگی فکر کرے تاکہ اس کی نوبت نہ آنے پائے۔ نئی نسل میں یہ رجحان بڑی تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ ہمیں ان کی قوتوں کو تخریب کے بجائے تعمیر کی طرف لگانا چاہیے۔

ایک نہایت زریں اصول جو اجتماعیت کی جان ہے اور جس کی دنیا کے تمام مذاہب نے نہایت پرزور الفاظ میں تعلیم دی ہے اس کو ذہن نشین کرانے کی فکر کرنی چاہیے۔ دوسروں کے لیے بھی ویسا ہی پسند کرو جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو۔ ساتھ ہی یہ احساس بھی زیادہ سے زیادہ بیدار رکھنا چاہیے کہ "جیسی کرنی ویسی بھرنی" ہمیں بہرحال اپنے کرتوتوں کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔ تجربہ شاہد ہے کہ دنیا میں بھی بُرے کرتوتوں کا بدلہ اچھا نہیں ہوتا اور آخرت میں جو نتائج رونما ہوں گے وہ اس سے زیادہ ہولناک ہوں گے۔

۳۔ تیسرا اہم کام۔ نئی نسل میں بڑھتی ہوئی انارکی اور اباحیت پر روک لگانے اور ان کا رُخ تعمیر کی طرف موڑنے کا ہے۔ ہمارا ملک اپنے محل وقوع، اپنے وسائل و ذرائع اور اپنی افرادی قوت کے لحاظ سے دنیا کے چند بڑے ملکوں میں سے ایک ہے۔ ہمارے بزرگوں کی انتھک کوششوں اور ایثار و قربانی کے بعد ملک کی باگ ڈور باشندگانِ ملک کے ہاتھ میں آئی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے وطنِ عزیز کی تعمیر و ترقی اور باشندگانِ ملک کی فلاح و بہبود کے لیے مل جل کر کوشش کریں اور افراد اور جماعتیں انفرادی و اجتماعی طور پر اس کی خدمت اور اسے مثالی بنانے کے لیے جدوجہد میں اپنا حصہ ادا کریں۔ ہمارے ملک کا مستقبل ہماری نئی نسل کے ہاتھ میں ہے۔ ہمارے یہی نوجوان اس ملک کے معمار اور کرتا دھرتا بننے والے ہیں۔ ان سے بجا طور سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنی قابلیت، فنی صلاحیت

اور کارکردگی میں اضافہ کرکے ملک کی تعمیر و ترقی میں بھرپور حصہ لیں۔ مگر اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ ان کی بڑی تعداد میں ایسے رجحانات پروان چڑھ رہے ہیں جو نہایت درجہ تشویشناک ہیں۔ ان کو نہ خدا کا خوف ہے نہ قانون کا ڈر، نہ ملک اور باشندگان ملک کا درد ہے، نہ ان کی خدمت کا شوق، نہ دین و ایمان کا پاس و لحاظ ہے اور نہ والدین کی پسند و ناپسند کا خیال۔ وہ کسی اصول و ضابطے کی پابندی گوارا کرنے کے لیے تیار نظر نہیں آتے۔ ان کی حرکات و سکنات سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں کسی کی کوئی پروا نہیں، جو جی چاہے گا کریں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان لاڈلوں سے باشندگان ملک کی آنکھیں ٹھنڈی ہونے کے بجائے انھیں دُکھ پہنچتا ہے۔ یہ ملک کی کیا خدمت کرسکیں گے، خود اپنی صحت و اخلاق کو تباہ کر رہے ہیں اور اپنی حرکات و سکنات سے امن و سکون کو درہم برہم کرنے کے ساتھ تعمیری کوششوں کو بھی شدید نقصان پہنچاتے ہیں۔ اس خطرناک رجحان کو بدلنے اور ہمدردی و دل سوزی سے ان کی قوتوں اور صلاحیتوں کو تعمیر کی طرف لگانے کی بھرپور کوشش ہونی چاہیے۔ سب سے پہلے ہم میں سے ہر ایک کو اپنی اولاد کی اصلاح و تربیت کی فکر کرنی چاہیے اور ساتھ ہی ساتھ اپنے اعزہ و اقارب، اپنے دوست احباب اور اپنے پڑوسیوں کی اولاد کو اپنی اولاد سمجھ کر ان کو سدھارنے اور محبت و پیار سے انھیں سیدھی راہ پر لگانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس طرح نئی نسلوں کے سدھار کے کام میں ایک دوسرے کے ساتھ جو تعاون بھی ممکن ہو کرنا چاہیے۔

۴۔ چوتھا اہم ترین کام — بھلائیوں کو عام کرنے، رواج دینے اور غالب کرنے کا، اور بُرائیوں کو دُور کرنے اور مٹانے کا ہے۔ دنیا میں کون ہے جو اپنے لیے بُرائی کو پسند اور بھلائی کو ناپسند کرتا ہو؟ یا وہ کون سا دین اور مذہب ہے جو بُرائی کی تعلیم دیتا اور بھلائی سے روکتا اور منع کرتا ہو؟ یا وہ کون سی انجمن، جماعت اور پارٹی ہے جو بُرائی کو فروغ دینے اور بھلائی کو مٹانے کے نام سے وجود میں آئی ہو؟ آپ کا ایک ہی جواب ہوگا کہ نہیں، کبھی ایسا نہیں دیکھا گیا۔ پھر کیوں ایسا ہے کہ آج ہمارا معاشرہ بُرائیوں کو اختیار کرنے میں بے حد جری ہوگیا ہے۔ کیا اس کی فطرت بدل گئی یا وہ آپ اپنی جان کا دشمن بن گیا ہے؟ ایک صاحب کہنے لگے کہ چمڑے کے پرانے جوتے جمع کیے جاتے ہیں، انھیں پکایا جاتا ہے، ان کا برادہ بنایا جاتا ہے۔ پھر انھیں چائے کے رنگ میں رنگ کر چائے میں ملا دیا جاتا ہے پھر وہی ڈبوں میں بھر کر بازار پہنچا دیا جاتا ہے۔ وہی برادہ چائے کے نام پر ہم اور آپ پیتے ہیں۔ یہ

ایک ادنیٰ مثال ہے۔ یہی حال تقریباً تمام ہی استعمال کرنے اور برتنے کی چیزوں میں ہو رہا ہے۔ ملاوٹ، گرانی، قتل و غارت گری، بے حیائی و بدکاری، جوا، شراب نوشی و سود خوری، رشوت ستانی، غرض ہر بڑی بُرائی کا سیلاب ہے جو پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہے۔

خدا کو بھول جانے، اور شیطان کی پیروی اختیار کر لینے کا انجام ہمیشہ یہی ہوا ہے اور آج بھی ہو رہا ہے۔ شیطان ہمارا دشمن ہے۔ وہ ہمیں بُرائی سکھاتا ہے اور بُرائی کی راہ پر ڈالتا ہے۔ ہماری دنیا بھی تباہ کر دینا چاہتا ہے اور آخرت بھی۔ وہ ہمارے ہاتھوں کے کرتوت سے دنیا کو بدامنی اور فساد سے بھرا دیکھنا چاہتا ہے تاکہ ہم دنیا میں بھی اس کے کڑوے کسیلے پھل چکھیں اور جب اپنے خدا کے حضور جائیں تو وہاں باغی اور مجرم قرار پائیں، اپنے جرائم کے حقیقی انجام سے دوچار ہوں۔ وہ انجام انتہائی المناک اور بھیانک ہوگا۔ دہکتی آگ ہوگی جو چاروں طرف سے چھائی ہوگی، اس سے نکلنے کا موقع نہ ہوگا۔

یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے اور اس میں دو رائیں نہیں ہو سکتیں کہ بھلائی کا انجام اچھا اور بُرائی کا انجام بُرا ہوتا ہے۔ ہم بھلائیوں کے اختیار کرنے اور بُرائیوں کے چھوڑ دینے کا تہیہ کر لیں اور پھر مل جل کر بھلائیوں کو فروغ دینے اور بُرائیوں کے مٹا دینے کی منظم کوشش کریں۔ خدا نے اپنے بندوں کو پیدا کیا ہے، اُسے ان سے محبت ہے۔ وہ ہمارے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرے گا جیسا ہم اس کے بندوں کے ساتھ کریں گے۔ ہم ان سے محبت کریں گے تو وہ بھی ہم سے محبت کرے گا۔ رحم کریں گے تو وہ بھی رحم کرے گا۔ اُن کی ضرورت پر کام آئیں گے تو وہ بھی ہماری ضرورت پر کام آئے گا۔ آج بندگانِ خدا کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ ہم انھیں شیطان کے پھندے سے نکال کر انھیں ان کے خدا سے جوڑ دیں۔ وہ ہوش میں آجائیں، ان کے اندر بھلائی بُرائی کا امتیاز پیدا ہو جائے۔ وہ بھلائی کو سینے سے لگائیں، بُرائی سے بھاگیں جیسے کوئی آگ سے بھاگتا ہے۔ شیطان کی راہ پر ڈالنے والے بہت ہیں، منظم ہیں، پورے سماج پر چھائے ہوئے ہیں۔ خدا کی راہ پر لگانے والے ٹھیک ٹھیک جائزہ لیں، صحیح صورتِ حال سے لوگوں کو آگاہ کریں۔ آج انسانی دل و دماغ پر شیطان نے قابو پا لیا ہے، انھیں کلّی تباہی کی راہ پر لگا دیا ہے۔ وہ پوری تیز رفتاری کے ساتھ آگے بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ ہر آنے والا دن نئی نئی بُرائیوں کو جنم دیتا ہے۔ بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے جب لوگ عام طور پر بُرائی کو

بھلائی اور بھلائی کو بُرائی سمجھیں گے۔ انسانی فطرت مسخ ہو جائے گی اور بھلائی سے ویسی ہی نفرت پیدا ہو جائے گی جیسی بُرائی سے ہونی چاہیے۔ پھر لوگ عام طور پر بھلائی کے نام پر بُرائی کریں گے۔ بھلائی کو بُرائی سمجھ کر چھوڑ دیں گے اور اس طرح ایک دن انسان اپنے ہی ہاتھوں اپنا گلا گھونٹ لے گا۔

مسلمانوں پر بحیثیت ملت یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ نوعِ انسانی کو بُرائیوں کی یلغار سے بچائیں، شیطان کے چنگل سے انہیں بچائیں۔ بُرائی کی آگ پورے ملک اور اس کی ایک ایک آبادی کو اپنی لپیٹ میں لے چکی ہے۔ انسانی معاشرے کا ہر حصہ دھڑا دھڑ جل رہا ہے۔ ایسے مواقع پر آپ اپنے چھوٹے چھوٹے اختلافات کو بھلا دیں۔ ملک کے گوشے گوشے سے اپنے خیر پسند بھائیوں کو ڈھونڈیں، تلاش کریں، انہیں اس آگ کے ٹھنڈا کرنے پر آمادہ کریں۔ متحد اور منظم ہو جائیں۔ پوری قوت کے ساتھ اس محاذ پر ڈٹ جائیں۔ خیر کی ساری بکھری ہوئی قوتوں کو مجتمع کریں، ترتیب دیں اور اس کارِ خیر کی انجام دہی میں لگا دیں۔ یہ کام اتنا وسیع اور ہمہ گیر ہے کہ تنہا کوئی ایک جماعت محض اپنے وسائل و ذرائع سے کام لے کر انجام نہیں دے سکتی۔ ضرورت ہے ہر جماعت اور تنظیم، ہر طبقہ اور فرقہ، عوام و خواص سے تعلق رکھنے والے خیر پسند بھائی اس کام کے لیے ایک ہو جائیں۔ باہمی اشتراک و تعاون سے کام لیتے ہوئے ایک عظیم اجتماعی قوت بنیں اور کام کو کماحقہٗ انجام دیں۔ اس کام کو ٹھیک ٹھیک انجام دینے کے لیے بے حد ضروری ہے کہ ہمارے دلوں میں خدا کا ڈر ہو، محبت ہو، اُسے راضی کرنے اور خوش کرنے کی تڑپ ہو، آخرت میں اپنے خدا کے حضور جوابدہی کا احساس ہو۔ اس کے بغیر مال کی ہوس اور شیطان کے بہلاوے سے نجات پانا مشکل ہے۔

آج اس گئے گذرے دور میں بھی ہمارے ملک اور معاشرے میں خیر پسند بھائیوں کی کمی نہیں ہے۔ آپ شہروں کی سربفلک عمارات سے لے کر دیہات کی ایک خستہ جھونپڑی تک، ہر گھر میں جھانک کر دیکھیں۔ آپ کو ایک بہت بڑی تعداد ملے گی جو نیکی اور بناؤ کو دل سے پسند کرتی ہے، بُرائی اور بگاڑ سے اُسے شدید نفرت ہے۔ یہی انسان کی فطرت ہے۔ ابھی ان کی فطرت بدلی نہیں ہے لیکن یہ سب کے سب منتشر ہیں، بکھرے ہوئے ہیں، برائی اور بگاڑ کے بڑے، ہمہ گیر اور بھیانک طوفان کو دیکھ کر مبہوت ہو گئے ہیں۔ ڈرے، سہمے اور مبہوت کھڑے ہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کریں۔ اس طوفان

سے اپنا بچاؤ کیسے کریں، مادی تعمیر و ترقی، معیارِ زندگی کی بلندی، دولت بڑھانے، اقتدار پر قبضہ پانے ملکی وسائل کو ہاتھ میں لینے اور حسب منشا استعمال کرنے کی آوازیں ہر طرف سے اُٹھ رہی ہیں۔ ان کے لیے تنظیمیں بنتی ہیں، پارٹیاں وجود میں آتی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ دولت جمع کرنے اور لذاتِ دُنیا سے لطف اندوز ہونے کی ایک ہوا چل رہی ہے۔ ہر فرد ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی فکر میں ہے۔ اس لیے دھینگا مشتی، اکھاڑ پچھاڑ، اور ایک دوسرے کو گرانے اُٹھانے کا ہنگامہ برپا ہے۔ لیکن نیک نیتی کے ساتھ محض نیکی اور بناؤ کو پروان چڑھانے اور بُرائی اور بگاڑ کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکنے کے لیے وسیع پیمانے پر کوئی منظم کوشش نہیں ہو رہی۔ اس صورت حال کو دیکھ کر خیر پسندوں کی رُوح لرزتی ہے اور وہ دن بدن مستقبل سے مایوس ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اس موقع پر اگر آپ آگے بڑھیں، سکوت توڑیں، نیکی اور بناؤ سے محبت رکھنے والوں کو آوازیں دیں۔ انہیں اطمینان دلائیں کہ ہم خدا کے واسطے اس نیکی اور بناؤ کو فروغ دینا چاہتے ہیں جو آپ کے دل کی آواز ہے اور جس سے آپ کو قلبی لگاؤ ہے۔ اُس بُرائی اور بگاڑ کو مٹانا چاہتے ہیں جس سے آپ کی فطرت انکار کرتی ہے اور جس سے آپ کو شدید نفرت ہے۔ اس کے سوا اور ہماری کوئی غرض نہیں ہے کہ ہم سے ہمارا خدا راضی اور خوش ہو۔ ہمیں اور تمام ہی بندگانِ خدا کو دنیا میں بھی امن چین اور انصاف نصیب ہو اور اپنے خدا کے حضور بھی ہم خیر پسند اور نیکوکار بن کر پیش ہوں۔ وہ ہمیں اپنے لازوال انعامات سے نوازے، اس کی پکڑ اور دردناک سزا سے ہم بچ جائیں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے ہمارا ایک عزم، ایک مقصد اور ایک کام ہو۔ اس کے لیے ہم پورے ملک میں تحریک چلائیں، مہم لے کر اُٹھیں، انجمنیں، جماعتیں اور پارٹیاں بنائیں۔ ہر خیر پسند کو اپنے ساتھ لیں، ہر جگہ ایک اجتماعی طاقت بن کر کھڑے ہو جائیں۔ بُرائی اور بگاڑ کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔ نیکیوں اور بھلائیوں کا ایک سیلاب ہو جو بُرائیوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا لے جائے۔ آپ خیر پسندوں کے اندر اُمنگ اور حوصلہ پیدا کریں۔ ان کے خوف و ہراس کو دُور کریں ان کی مایوسیوں کو اُمید سے بدل دیں۔ انہیں محسوس ہونے لگے کہ خدا کے حق پرست نیکوکار بندوں نے جھرجھری لی ہے۔ بیدار ہوئے ہیں۔ اپنے بچھڑے ہوئے بھائیوں سے گلے مل رہے ہیں۔ سینے سے لگا رہے ہیں۔ دلوں کے میل کچیل دھل رہے ہیں۔ باہمی شکوہ و شکایت کا دور ختم ہو رہا ہے۔ سب ایک خدا کے بندے، ایک ماں باپ کی اولاد تھے۔ بچھڑ گئے تھے۔

پھر ایک ہو رہے ہیں۔ یہ حق پرستی اور نیکی کے علمبردار ہوں گے۔ منظم ہوں گے۔ حرکت میں آئیں گے۔ ایک دوسرے کو سہارا دیں گے ڈھارس بندھائیں گے۔ آگے بڑھیں گے۔ ملک، معاشرہ اور ایک ایک گھر کو نیکیوں سے بھر دیں گے۔ حق اور نیکی کا سورج پوری آب و تاب سے روشن ہو گا۔ باطل جھوٹ اور برائی کی گھنگھور گھٹائیں چھٹ جائیں گی۔ ہوائیں تحلیل ہو کے رہیں گی۔ آپ کی آواز میں زور ہو، آپ کی پشت پر عظیم اجتماعی طاقت ہو، تو آپ دیکھیں گے کہ ملک کے گوشے گوشے سے خیر پسند فوج در فوج کھنچے چلے آ رہے ہیں۔ آپ کو ملک کے جنگل و بیابان سے بھی اپنی تائید ملے گی۔ حق اور نیکی میں بے پناہ طاقت اور کشش ہے۔ ایک مرتبہ آپ اسے بے نقاب کر کے میدان میں لے آئیں۔ پھر دیکھیں کہ جھوٹ، برائی اور بگاڑ کس طرح میدان چھوڑتے ہیں۔

یہ ہیں وہ چند اہم کام جو اپنی انجام دہی کے لیے ہماری غیر معمولی توجہ چاہتے ہیں۔ جماعت اسلامی انھیں زیرِعمل لانے کے لیے کوشاں ہے۔ مگر اس طرح کے ملک گیر کام تنہا کسی ایک گروہ کی محدود کوششوں سے انجام نہیں پا سکتے بلکہ ملک کے جملہ بہی خواہ اور خیر پسند حضرات کی اجتماعی کوششوں ہی سے کچھ ہو سکے گا۔ تنہا کوئی جماعت یا گروہ انھیں کامیابی کے ساتھ سرانجام نہیں دے سکتا۔